# غلبہ اسلام اور اشاعت قرآن کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم سیکھیں اور اس کا عرفان حاصل کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳؍ستمبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ ہر احمدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو اور معانی پر غور کرنے کی اسے عادت ہو۔

☆ تحریک وقف عارضی کا مقصد قرآن کریم کی اشاعت اور جماعت کی تربیت ہے۔

☆ قرآن کریم کی تعلیم کو ہر وقت سامنے رکھیں۔

☆ واقفین عارضی اپنی مرضی اور خوشی سے سال میں دو سے چھ ہفتے وقف کریں۔

☆ وقف عارضی کی سکیم بے انتہاء فوائد کی حامل ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے اپنے متعدد خطبات میں قرآن کریم کی بعض ان صفات اور فضائل کے متعلق جماعت کے دوستوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا جو خود قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس طرف توجہ دلائی تھی کہ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے جو اس لئے نازل کی گئی ہے کہ ہم جو اس کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اسے پڑھیں، سیکھیں اور اس پر غور کریں۔ اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق بنائیں اور اس کے کہنے کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کا رنگ اپنے اوپر چڑھانے کی کوشش کریں۔

میرے یہ خطبات ایک جہت سے بڑے ہی مختصر تھے۔ لیکن قرآن کریم کی جن صفات کے متعلق میں نے کچھ بیان کیا تھا ان میں سے ہر صفت کے متعلق خود قرآن کریم کی بیان کردہ تفسیر کی روشنی میں ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم بے مثل اور بے بہا جواہرات کا ایک ایسا خزانہ ہے کہ جب وہ کسی انسان کو مل جائے تو دین اور دنیا کے تمام خزانوں کی چابیاں اس کے ہاتھ میں آ جاتی ہیں۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس حقیقت کو سمجھا تھا اور انہیں ہم نے دینی لحاظ سے بھی اور دنیوی لحاظ سے بھی مالا مال پایا ہے۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں جس فراخی، جس وسعت اور جس رفعت کو پایا اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی اور قوم نہیں کر سکتی۔ جہاں بھی گئے وہ کامیاب ہوئے۔ مٹی کو بھی اگر انہوں نے ہاتھ لگایا تو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی برکت سے اس مٹی کو بھی سونا بنا دیا۔ انوار قرآنیہ سے انہوں نے تمام دنیا کو منور کیا اور قیامت تک کے آنے والوں کی دعاؤں کے وہ وارث ہوئے لیکن پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو بتایا تھا تین صدیاں گزر جانے کے بعد مسلمان اس خزانہ سے غافل ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہم اپنی عقل اپنے زور، اپنی وجاہت اور اپنے مال سے وہ کچھ حاصل کر سکتے ہیں جو قرآن کریم ہمیں عطا نہیں کر سکتا۔ تب زوال کی وہ کون سی راہ تھی جس پر وہ گامزن نہیں ہوئے اور عسر اور

تنگ دستی کا وہ کونسا گوشئہ تاریک تھا جوان کے حصہ اور نصیب میں نہیں آیا۔ غرض اسی طرح اللہ تعالیٰ کی منشا پوری ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آ گیا اور ثریا سے انوارِ قرآنیہ کا نزول شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ مس قرآنی کے سامان پیدا کر دیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی ایسی لاجواب تفسیر دنیا کے سامنے رکھی اور آج کی دنیا کے مسائل اور اس کی الجھنوں کو اس حسن اور خوبی سے حل فرمایا کہ ایک عقلمند انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے غور کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہو اس احسان عظیم سے انکار نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے سامان پیدا کرنے کے لئے اشاعت علوم قرآنی کو سہل کر دیا اور ہر قسم کی سہولتیں ہمارے لئے مہیا کر دیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ نے پھر قرآن کریم کا عرفان حاصل کیا۔ اور اس کی قدر ان کے دلوں میں پیدا ہوئی اور احمدیت کی طرف منسوب ہونے والوں نے یہ عہد کیا کہ ہم اپنے ربّ کے لئے اپنی ساری زندگیوں کو اپنے سارے اموال کو بلکہ اپنا جو کچھ بھی ہے اسے قربان کر دیں گے اور غلبہ اسلام کے لئے اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے جو کچھ بھی ہم سے مانگا جائے گا۔ ہم دیتے چلے جائیں گے۔

اشاعت قرآن کی راہ میں اس ایثار اور قربانی سے پہلے کہ جس کا ہر احمدی نے عہد کیا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ خود قرآن کریم پڑھ سکتا ہو قرآن کریم کے معانی جانتا ہو اور پھر ان معانی پر غور کرنے کی اسے عادت ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا ہو کہ برکت کے جو چشمے تیری اس پاک اور مطہر کتاب سے پھوٹ رہے ہیں۔ اے خدا! تو ہمیں توفیق دے کہ ہم ان چشموں کے پانی سے اپنے جسموں اور اپنی روحوں کو اس طرح دھو ڈالیں کہ وہ تیری نگاہ میں اس برف کی طرح صاف اور پاک ہو جائیں جو تازہ تازہ آسمان سے گرتی ہے اور سفید، صاف اور ہر قسم کی آلائشوں سے منزہ ہوتی ہے۔

میرے دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس بھی پیدا ہو رہا تھا کہ جماعت کا ایک حصہ اس کام کی طرف کما حقہ متوجہ نہیں ہو رہا اس لئے ضرورت ہے کہ ہر فرد بشر کو جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتا ہے اس طرف متوجہ کیا جائے، اسے قرآن کریم پڑھایا جائے، اسے قرآن کریم کے معانی بتائے جائیں، قرآن کریم کی تعلیم سے اسے متعارف کرایا جائے۔ اسے ایسا بنا دیا جائے کہ قرآن کریم کا عرفان اسے حاصل ہو اور اس کام کے لئے اپنے ربّ سے دعائیں کی جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے القاء کے ماتحت میں نے قرآن کریم کی اشاعت اور جماعت کی تربیت کی غرض سے جماعت میں

وقف عارضی کی تحریک کی اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی۔ یہ تحریک محض اس کے فضل سے ہر لحاظ سے بڑی ہی کامیاب ثابت ہوئی اور کامیاب ثابت ہو رہی ہے۔

اس وقف عارضی کی تحریک میں حصہ لینے والے نوجوان بھی تھے، بوڑھے بھی تھے، کم علم طالب علم بھی تھے اور بڑے تجربہ کار ایم۔ اے، جنہوں نے اپنی ساری عمر علم کے میدان میں گزاری تھی، وہ بھی تھے۔ پھر اس تحریک میں حصہ لینے والے زیادہ تر مرد تھے لیکن کچھ عورتیں بھی تھیں جنہوں نے اس میں حصہ لیا۔ کیونکہ میں نے اپنے لئے یہ طریق وضع کیا تھا کہ میں وقف عارضی کی تحریک میں بیوی کو بھی خاوند کے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا بشرطیکہ اس نے بھی وقف عارضی میں نام دیا ہوا ہو۔ اسی طرح باپ کے ساتھ بیٹی کو بھی جانے کی اجازت دے دوں گا اگر اس نے وقف عارضی میں اپنا نام دیا ہوا ہو۔ اس کے علاوہ میں اور کسی احمدی بہن کو اس میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دوں گا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک بہن نے لکھا تھا کہ میری ہی تحریک کے نتیجہ میں میرے بھائی نے وقف عارضی کے سلسلہ میں اپنا نام پیش کیا ہے آپ اجازت دیں کہ میں بھی وقف کے کام کے لئے اس جگہ چلی جاؤں جہاں میرے بھائی کو مقرر کیا جائے۔ میں نے اپنی اس عزیزہ بچی کو اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ بہر حال کچھ احمدی بہنیں بھی اپنے خاوندوں کے ساتھ جا کر بطور واقفہ کے اس تحریک میں حصہ لے چکی ہیں۔

اس تحریک میں حصہ لینے والے ان پڑھ تھے یا کم پڑھے ہوئے تھے۔ یا بڑے عالم تھے۔ چھوٹی عمر کے تھے یا بڑی عمر، کے اللہ تعالیٰ نے ان پر قطع نظر ان کی عمر۔ علم اور تجربہ کے (کہ اس لحاظ سے ان میں بڑا ہی تفاوت تھا) اپنے فضل کے نزول میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اس عرصہ میں ان سب پر اللہ تعالیٰ کا ایک جیسا فضل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے ۹۹ فیصدی واقفین عارضی نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ ان میں سے ہر ایک کا دل اس احساس سے لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں اس پر اتنے فضل نازل کئے ہیں کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کرسکتا اور اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ خدا کرے اسے آئندہ بھی اس وقف عارضی کی تحریک میں حصہ لینے کی توفیق ملتی رہے۔ اور بعض جماعتوں نے تو یہ محسوس کیا کہ گویا انہوں نے نئے سرے سے ایک احمدی کی زندگی اور اس کی برکات حاصل کی ہیں۔ ان کی غفلتیں ان سے دور ہوگئی ہیں اور ان میں ایک نئی روح پیدا ہوگی۔ ان میں سے بہتوں نے تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور جو بچے تھے انہوں نے اپنی عمر کے مطابق بڑے جوش اور اخلاص کے

ساتھ قرآن کریم، نماز یا نماز کا ترجمہ اور دوسرے مسائل سیکھنے شروع کئے۔ غرض واقفین عارضی کے جانے کی وجہ سے ساری جماعت میں ایک نئی زندگی ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے خود واقفین عارضی نے یہ محسوس کیا کہ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑے فضل نازل کئے، بڑی برکتیں نازل کیں۔ ان میں سے بعض اپنا عرصہ پورا کرنے کے بعد واپس آ کر مجھے ملے تو ہر فقرہ کے بعد ان کی زبان سے یہ نکلتا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے بڑے نمونے دیکھے ہیں۔ ان کے منہ سے اور ان کی زبان سے خود بخود اس قسم کے فقرے نکل رہے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور برکت سے کیا ہے نہ کہ ہماری کسی خوبی کے نتیجہ میں۔

کل رات میں سوچ رہا تھا کہ مجھے جتنے واقفین چاہئیں۔ اس تعداد میں واقفین مجھے نہیں ملے۔ مثلاً ربوہ کی ہی جماعت ہے۔ آج جو دوست میرے سامنے بیٹھے ہیں ان میں کثرت ربوہ والوں کی ہے لیکن ان میں سے بہت کم ہیں جنہوں نے وقف عارضی میں حصہ لیا ہے اور یہ بات قابل فکر ہے کہ کیوں آپ کی توجہ ان فضلوں کے جذب کرنے کی طرف نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ واقفین عارضی پر کر رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں رات سوچ رہا تھا کہ مجھے جتنے واقفین عارضی چاہئیں اتنے نہیں ملے حالانکہ اس کی بہت ضرورت ہے۔ تو جب میں سویا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک کاغذ آیا ہے اور اس کاغذ پر دو فقرے خاص طور پر ایسے تھے کہ خواب میں میری توجہ ان کی طرف مبذول ہوئی۔ ان میں سے پہلا فقرہ تو میں بھول گیا لیکن اس میں ''ضعفاء'' کا لفظ آتا تھا۔ دوسرا فقرہ (صبح تک مجھے یاد تھا میں نے غلطی کی کہ اسے لکھا نہیں) گو اب مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن اس کے بعض الفاظ مجھے یاد ہیں مثلاً اس میں ضعفاء کم تھا یا ضعفاء هم (اب مجھے پوری طرح یاد نہیں) اور اس کے آگے آسمین تھا اور مجھے خواب ہی میں خیال آیا کہ یہ لفظ غریب الفاظ میں سے ہے۔ یعنی یہ لفظ روزمرہ کی عربی زبان میں استعمال نہیں ہوتا۔ وہ ان معنوں میں کم ہی استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں وہ اس فقرہ میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے ایک معنی رفعت اور علو حاصل کرنے والے کے ہیں اور ان معنوں کے لحاظ سے اس میں یہ بشارت ہے کہ جماعت میں سے جو لوگ قرآنی علوم سیکھنے کے لحاظ سے ضعیف کہلانے والے ہیں اب اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ وہ بھی علو مرتبت اور قرآن کریم کی ان رفعتوں تک

پہنچنے والے ہوں گے۔ جن رفعتوں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل کیا ہے۔ سو الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ بشارت دے رہا ہے لیکن ہر وہ بشارت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ زمین والوں پر ایک ذمہ داری عائد کرتی ہے۔ اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا ان کا فرض ہوتا ہے۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمیں بہت زیادہ واقفین کی ضرورت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے یہ احساس ہے کہ تربیت قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے اس کے جاننے اور اس کا عرفان حاصل کرنے کے لحاظ سے جماعت میں ضعف اور کمزوری پیدا ہو رہی ہے اور اب جو واقفین عارضی جماعتوں میں گئے جن کا پہلا اور ضروری کام ہی قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور تربیت کے دوسرے امور کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اور یہی کام ان کا آئندہ بھی رہے گا تو ان کی رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ بہت سی جماعتوں میں تربیتی نقطہ نگاہ سے کافی کمزوری پیدا ہوگئی ہے۔ گو ان کے دلوں میں ایمان کی چنگاری موجود ہے لیکن وہ شیطانی راکھ کے اندر دبی ہوئی ہے اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ان میں سے ایک مثال میں بیان کرتا ہوں میں نے ایک بزرگ کو ایک ایسی جماعت میں بھیجا جو تعداد میں بہت بڑی ہے۔ انہوں نے وہاں جا کے مسجد میں ڈیرہ لگا لیا اور دعائیں کرنے لگ گئے۔ انہوں نے جماعت کو قرآن کریم پڑھنے کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے دیکھا کہ شروع میں جماعت پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ پہلے ہفتہ انہوں نے یہ رپورٹ بھیجی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعت مر چکی ہے اور اس کے زندہ ہونے کی اب کوئی امید نہیں۔ دوسرے ہفتہ کی رپورٹ بھی اس قسم کی تھی۔ تیسرے ہفتہ کی رپورٹ میں انہوں نے لکھا کہ میں نے پہلے جو رپورٹیں بھجوائی ہیں وہ سب غلط تھیں جماعت مری نہیں بلکہ زندہ ہے لیکن خواب غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔ اگر اس کی تربیت کی جائے اور اسے جھنجھوڑا جائے تو اس کی زندگی کے آثار زیادہ نمایاں ہو جائیں گے۔ وہ زندگی جو جماعت ہائے احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدولت اسلام اور قرآن کریم کے ذریعہ اپنے ربّ سے حاصل کی ہے۔

غرض بہت سی جماعتوں میں بڑی سستی پائی جاتی ہے لیکن یہ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ: ۱۱۶) والی بات ہے۔ وہ مردہ نہیں لیکن حالات ہی لوگوں کے کچھ ایسے ہیں کہ ان کے اندر غفلت پیدا ہوگئی ہے اس کی بڑی ذمہ داری تو مرکز پر ہے۔ یا جماعت بحیثیت مجموعی اس کی ذمہ دار ہے۔ مثلاً آپ یہ دیکھیں کہ مغربی پاکستان میں ایک ہزار کے قریب ہماری جماعتیں ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی جگہوں پر احمدی

موجود ہیں وہ اتنی تھوڑی تعداد میں ہیں کہ وہاں کوئی جماعت قائم نہیں۔ گو وہاں ایک طرح سے جماعت موجود ہے لیکن تنظیم قائم نہیں ہوئی۔ صرف ضلع منٹگمری کے متعلق ایک دوست نے مجھے لکھا کہ چالیس ایسے چک ہیں جہاں احمدی افراد موجود ہیں لیکن وہاں تنظیم قائم نہیں ہوئی۔ منظّم جماعتیں ان کے علاوہ ہیں۔ غرض اگر ڈیڑھ ہزار جماعتیں بھی فرض کر لی جائیں۔ یعنی منظّم جماعتوں کے علاوہ ان جگہوں، مقامات، دیہات، قصبات اور شہروں کو بھی شمار کر لیا جائے۔ جہاں احمدی افراد موجود ہیں تو مغربی پاکستان میں ڈیڑھ ہزار کے قریب جماعتیں ہیں اور ان کی تربیت کے لئے ہمارے پاس ساٹھ ستر مربی ہیں۔ اب آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ساٹھ ستر مربی ان جماعتوں کی کس طرح تربیت کر سکتے ہیں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ہمارے یہ مربی سو فیصدی کام کرنے والے ہیں، تب بھی وہ ان جماعتوں کی تربیت نہیں کر سکتے۔ یہ ان کے بس کی بات نہیں۔ پھر ہمارے نظام تربیت یعنی مربیوں کے نظام میں بھی بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں اس کے نتیجہ میں جماعت کی تربیت والا پہلو ہمیں بھولا رہا جماعت نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

تربیت کے سلسلہ میں اس غفلت کا نتیجہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ قرآن کریم کے انوار کو پھیلانے کی ذمہ داری ہمارے سپرد تھی۔ ہم نے اس سے غفلت برتی اور اس کے نتیجہ میں ہماری روحانی ترقی بہت پیچھے جا پڑی۔ آج مغربی پاکستان میں ہماری جماعتیں ایک ہزار نہیں پچاس ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ ہونی چاہئے تھیں لیکن جب ہم قرآن کریم سے غافل ہوئے تو قرآن کریم کی برکتیں بھی ہم سے جاتی رہیں ہم ان سے محروم ہو گئے اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ قرآن کریم کی برکتیں تو ہمیں تبھی مل سکتی ہیں۔ جب ہم قرآن کریم سے غافل نہ ہوں۔ ہم اسے ہر وقت اپنے سامنے رکھنے والے ہوں۔ اپنی زندگی میں اسے مشعل راہ بنانے والے ہوں۔ اگر ایسا ہو تو پھر قرآن کریم کی برکتیں ہمیں حاصل ہوں گی۔ اگر ہم ایک چشمہ پر بیٹھے ہوں لیکن اس چشمہ کی طرف ہماری پیٹھ ہو اور ہمارا منہ ریگستان کی طرف ہو تو ہم اس چشمہ سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ چشمہ سے پانی پینے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس چشمہ کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے برتن کو گند سے اور ہر اس چیز سے جو پانی کے سوا ہے۔ اور وہ ہمارے لئے مفید نہیں خالی کر لیں تبھی ہم اس برتن کو پانی سے بھر سکتے ہیں اور اسے پی سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے دلوں کے برتن غیر اللہ اور انوار قرآنیہ کے سوا دوسری چیزوں سے پر ہوں تو اللہ تعالیٰ اور انوار قرآنیہ کے لئے

ان میں کوئی جگہ نہیں ہوگی۔

غرض ہم سے (آپ جماعت کہہ لیں۔مرزا ناصر احمد کہہ لیں یا صدر انجمن احمدیہ کہہ لیں) بہر حال غفلت ہوئی ہے۔ اور جماعت کا ایک حصہ سست ہو گیا ہے اور باقی ساری جماعت کو اس کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں جماعت میں وقف عارضی کی تحریک کروں اور اس سلسلہ میں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں مجھے پانچ ہزار واقف چاہئیں اور واقف بھی ایسے جو طوعاً اپنی مرضی اور خوشی سے سال میں دو ہفتے سے چھ ہفتے تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں ورنہ اگر ضرورت اور ضرورت کا احساس اسی طرح شدت اختیار کر گیا تو شاید کوئی وقت ایسا بھی آ جائے جب اس تحریک کو طوعی نہ رکھنا پڑے بلکہ اسے جبری تحریک قرار دے دیا جائے اور ہر احمدی کا یہ فرض قرار دے دیا جائے۔ کہ وہ جس طرح اپنی آمد کا سولہواں یا دسواں حصہ دین کے لئے دیتا ہے۔اسی طرح اپنی زندگی کے ہر سال میں سے پندرہ دن یا دو ہفتے وقف عارضی کے لئے بھی دے۔تا کہ قرآن کریم کی اشاعت صحیح رنگ میں کی جائے۔اسی طرح جماعتوں کی تربیت بھی صحیح طور پر کی جاسکے۔

زمانہ بدلتا ہے۔ اسی طرح حالات بھی بدلتے ہیں۔ ہماری ایک جماعت کسی زمانہ میں بڑی ہی مخلص تھی۔ اس میں پڑھے لکھے آدمی موجود تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ تھے۔ اور وہ جماعت بڑی مخلص تھی۔لیکن اس وقت اس کی یہ حالت ہے کہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو صحابہ تھے وہ فوت ہو گئے۔ پڑھے لکھے لوگ اس گاؤں کو چھوڑ کر باہر ملازمتوں کے سلسلہ میں چلے گئے۔آج وہاں ایک بھی ایسا پڑھا لکھا آدمی موجود نہیں جو آگے کھڑا ہو کر نماز ہی پڑھا سکے۔اب ایسی جماعت نے بہر حال کمزور ہونا تھا۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ نہ تو مربی نے اور نہ امیر ضلع نے مرکز کو کبھی توجہ دلائی۔ کہ اس جماعت کا یہ حال ہے۔ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ اگر وقف عارضی کے نتیجہ میں ہمیں اس جماعت کی حالت کا علم نہ ہوتا تو پانچ چھ سال اور گزرنے کے بعد ہمارے کاغذوں اور رجسٹروں میں سے بھی اس جماعت کا نام مٹ جاتا اور کسی شخص کو یہ علم نہ ہوتا کہ وہاں کوئی احمدی ہے یا نہیں۔ چندہ لینا اصل چیز نہیں۔ گو جماعت کے افراد کے لحاظ سے مالی قربانی بھی اصل چیزوں میں سے ہے۔لیکن ہمارے لئے تو اصل چیز یہ ہے۔ کہ دین اور اسلام کی روح ان کے اندر پیدا ہو اور ان کے دلوں میں بڑی شدت سے اس احساس کو جگایا جائے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی

پیدائش کی غرض خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا حصول ہے۔ اس لئے تم دنیا کے کیڑے نہ بنو بلکہ اپنے ربّ کی طرف جھکو۔ اور اس سے نور حاصل کرو۔ اس کی رضا کو حاصل کرو۔ اور اس کی بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

جس جماعت کا میں نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کچھ عرصہ اور اس کا نام ہمارے رجسٹروں میں رہتا۔ کچھ نہ کچھ چندہ وہاں سے آتا رہتا۔ اور ہم سمجھتے کہ وہاں جماعت قائم ہے۔ لیکن اگر وہ چندہ دینا بند کر دیتے تو کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ ایک جماعت مٹ رہی ہے گو ابھی وہ جماعت مری نہیں۔ کیونکہ وقف عارضی کے نتیجہ میں اس کی بیہوشی اور غفلت دور ہو گئی ہے اور اس میں زندگی کے آثار نمودار ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ توقع ہے کہ نہ اس جماعت میں زندگی کے آثار ہی نمودار ہوں گے۔ بلکہ اس کی ترقی کی صورت بھی نکل آئے گی۔ جو واقف وہاں گئے ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر وہاں کوئی مربی رکھا جائے۔ یا واقفین عارضی کے مختلف گروہ وہاں آتے رہیں۔ تو وہاں اصلاح وارشاد کا میدان بھی کھلا ہے گویا واقفین عارضی کے جانے سے پہلے اس جماعت کے مرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور اب ان کے جانے کے بعد نہ صرف اس کی زندگی بلکہ اس کی ترقی کے سامان بھی نظر آنے لگ گئے ہیں۔

پس جماعت یا تو مجھے ایک ہزار مربی دے (یعنی ایک ہزار بچے آج مجھے دے دے۔ جنہیں تربیت دے کر مربی بنایا جائے) اور یا ضرورت کے مطابق واقفین عارضی مہیا کرے۔ اگر آپ مجھے آج ایک ہزار بچے دے دیں گے تو میں اپنے ربّ سے امید رکھتا ہوں۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ان ایک ہزار بچوں کی تربیت اور تعلیم کا سامان بھی مجھے دے دے گا۔ لیکن ان کی تیاری پر بھی وقت لگے گا۔ یعنی جب تک وہ نو سالہ کورس پورا نہ کر لیں یا اگر وہ میٹرک پاس ہوں تو گیارہ سال اور اگر چھوٹے ہیں تو تیرہ سال کا عرصہ ان کی تربیت کا گزر نہ جائے۔ اس وقت تک عارضی واقفین کی ضرورت رہے گی۔ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اس قسم کی کمزور جماعتوں سے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ غفلت برتیں اور میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں چپ ہو کر بیٹھ جاؤں اور ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے دن گزاروں کہ کہیں مجھ پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو۔ اس لئے کہ میں اس قسم کی جماعتوں کو جگانے کا انتظام نہیں کر رہا۔ اگر آپ مجھے واقفین نہیں دیں گے یا خود وقف کے لئے آگے نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ کوئی اور سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے کیوں محروم ہو رہے ہیں۔

پس میں آج پھر جماعت کو بڑے زور کے ساتھ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے کم از کم پانچ ہزار واقفین کی ضرورت ہے جو ہر سال دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ جو واقفین عارضی وقف کی تحریک کے ماتحت باہر گئے ہیں۔ ان میں ہر عمر اور علمی معیار کے لوگ شامل تھے اور ان میں سے زیادہ تر کا تاثر یہ ہے کہ بڑی کثرت کے ساتھ انہوں نے **استغفار** اور **لاحول** پڑھا۔ یعنی ان کے دل کے اندر یہ احساس اُجاگر ہوا کہ ہم نے غفلت میں دن گزارے ہیں۔ ہم سے بہت سی کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ اس لئے ہمیں استغفار کرنا چاہئے۔ تا اللہ تعالیٰ ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کو معاف کر کے ہمیں اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ دوسرے یہ جو ذمہ داری کا کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کو نباہنے کے ہم قابل نہیں۔ اس طرف ہم نے کبھی توجہ نہیں کی تھی نہ ہم نے جماعت کا لٹریچر پڑھا تھا اور نہ ہم نے دعائیں کی تھیں۔ اس لئے ہم سے یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمیں حاصل نہ ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ سے ہمیں قوت نہ ملے۔ اس لئے انہیں **استغفار** اور **لاحول** پڑھنا پڑا اور **لاحول** یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے (مغفرت کے بعد) قوت حاصل کرتا ہے۔ وہ استغفار کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اے اللہ! مجھ سے جو گناہ ہو چکے ہیں تو مجھے معاف کر اور مجھے اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے اور آئندہ بھی گناہ سے بچا۔ اور پھر کہتا ہے اب مجھے کچھ کرنے کی توفیق بھی دے۔ جب گناہ معاف ہو جائیں۔ تو اگلا قدم انسان کا یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ کہ وہ اس کی ترقی کے سامان پیدا کرے وہ دعا کرے کہ اے اللہ ہم بدعمل تھے تو نے ہماری بداعمالیوں پر اپنی مغفرت کی چادر ڈال دی۔ ہم لاشئی محض ہیں۔ ہم میں کوئی قوت نہیں تو ہمیں قوت عطا کر کہ ہم تیری راہوں پر دوڑنے لگ جائیں اور تجھ سے قریب تر ہوتے چلے جائیں۔ غرض ہر واقف کو اپنے وقف کے عرصہ میں یہ احساس بڑی شدت کے ساتھ ہوا کہ استغفار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس نے اپنی زندگی کے دن بڑی غفلت میں گزارے ہیں۔ اور پھر اسے خدا تعالیٰ سے طاقت بھی مانگنی چاہئے کہ اس کی دی ہوئی طاقت کے بغیر ہم اس قسم کے دینی کام نہیں کر سکتے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے فضلوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا بعض جگہیں ایسی بھی ہیں کہ جب وہاں واقفین عارضی پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ بعض غیر از جماعت دوستوں کو خوابوں میں بڑے زور کے ساتھ تلقین کی گئی اور انہیں متوجہ کیا گیا کہ

جماعت احمدیہ ایک سچی جماعت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعوے میں سچے اور حق پر ہیں تم اس جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ ان خوابوں کے ذریعہ بعض بیعتیں بھی ہوئی ہیں۔

بہر حال جب آپ قرآن کریم پڑھائیں گے تو بہت سارے غیر از جماعت بچے بھی قرآن کریم پڑھنے کے لئے آجائیں گے اس طرح بہت سی غلط باتیں جو ہماری جماعت کے متعلق مشہور ہوگئی ہیں خود بخود ان کے دلوں سے دور ہو جائیں گی۔ کیونکہ آپ کا عمل ایک زبردست دلیل ہوگا۔ وہ لوگ سمجھیں گے کہ کہا تو یہ جاتا تھا کہ یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے اور عملاً ہم دیکھ رہے ہیں کہ صرف یہی لوگ ہیں جو قرآن کریم پڑھانے اور سکھانے کے لئے اپنے خرچ پر دور دراز سے آئے ہیں اور پھر یہ کام بھی بڑے شوق سے کر رہے ہیں یہ بیگار نہیں کاٹ رہے بلکہ چوبیس گھنٹے کام کر رہے ہیں۔ غرض وقف عارضی کی سکیم کے بہت سے فوائد ہیں جن کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جا سکتا۔ ہاں میں یہ پھر تاکید سے ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے سال کے دوران کم از کم پانچ ہزار واقفین کی ضرورت ہے۔ اگر دس ہزار واقفین مل جائیں تو اور بھی اچھا ہے۔ تاہم جماعت کو قرآن کریم پڑھا سکیں۔ اس کی ایسی تربیت کر سکیں کہ وہ قرآن کریم پر عمل کرنے والی ہو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو حاصل کرنے والی ہو جو قرآن کریم پڑھنے قرآن کریم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں آج ہم پر نازل ہو رہے ہیں اور جو جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض ہے اور تا ہم تمام دنیا میں اشاعت قرآن اور غلبہ اسلام کے فریضہ کو جو ہم پر عائد کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں کامیاب طور پر پورا کرنے والے ہوں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل کے ساتھ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲؍نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۶)

☆......☆......☆